ناسید بدیع الدین شاہ راشدی

# ایک غلطی کا ازالہ

ماہنامہ "المعارف" (لاہور) مجریہ اگست ۱۹۸۲ء مطابق شوال ۱۴۰۲ھ (جلد ۱۵ شمارہ ۸)
رادرم ڈاکٹر سید وفا راشدی صاحب حفظہ اللہ کا مضمون بعنوان "پیر رشد اللہ شاہ" نظر سے
ا۔ موصوف نے جدِ امجد مرحوم کے تعارف کے لیے جو مواد جمع کیا ہے، آپ کی یہ سعی لائقِ تحسین
،مگر ایک بات خلافِ واقعہ نظر آئی جس کی بابت صحیح حقیقت پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔
وف نے جدِ امجد رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کتابوں کے ساتھ ان کے لگاؤ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ایک مرتبہ آپ نے جدہ کے ایک کتب خانے میں علامہ خطیب بغدادی کی تاریخِ بغداد کا
لمی نسخہ دیکھا، اس وقت تک یہ کتاب اشاعت پذیر نہ ہوئی تھی، آپ نے اس دور میں
ر صرف کرکے اس کتاب کی فوٹو کاپی نکلوائی اور اس کو اپنے کتب خانے میں رکھوایا۔ جب مصر
ں کو اس کا علم ہوا کہ اس کتاب کے ایسے بھی شائق ہیں تو انھوں نے اس کو چھاپنا شروع کیا اور
پنے کے بعد جدہ والوں سے پیر صاحب کا صحیح پتا معلوم کرکے ان کی طرف تاریخ بغداد کا نسخہ بطور
ور تحفہ بھجوایا۔ اس کتاب کی فوٹو کاپی پیر جھنڈو لائبریری میں اب بھی موجود ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کا فوٹو ہمارے جدِ امجد نے نہیں بلکہ ہمارے والدِ محترم سید احسان اللہ
رحوم نے جدہ سے نہیں بلکہ مصر سے کروایا تھا، سب سے بڑا ثبوت اس کا یہ ہے کہ جدِ امجد کی
ت ۶ شعبان ۱۳۴۰ھ ۲۳ اپریل ۱۹۲۲ء میں ہوئی ہے جیسا کہ برادرم وفا صاحب نے اپنے مضمون
بھی لکھا ہے، لیکن تاریخ بغداد کا فوٹو کیا ہوا نسخہ تو جلدوں میں میرے سامنے ہے، اس کی جلد اول
سرورق پر یوں لکھا ہوا ہے: "قسم التصویر بمطبعۃ دار الکتب المصریۃ ۱۹۲۸ء" جس
صاف ظاہر ہے کہ اس کتاب کا فوٹو جدِ امجد کی وفات سے چند سال بعد مصر سے لیا گیا اور اس کا
اس گاؤں کے کتب خانے میں نہیں ہے جو کہ پیر جھنڈو کے نام سے معروف ہے، بلکہ ہمارے والد
کے کتب خانے میں ہے جو کہ اس وقت ہمارے بھائی علامہ سید محب اللہ شاہ صاحب حفظہ اللہ

کے گاؤں میں ہے - نیز تاریخ بغداد سب سے پہلے ۱۹۳۱ء میں طبع ہوئی یعنی جد امجد کی وفات سے تقریباً آٹھ سال بعد - پھر مصر والوں نے کیسے ان کو یہ تحفے کے طور بھیجا بلکہ انھوں نے والد صاحب مرحوم کو قیمتاً بھیجا تھا جیسا کہ کسی زمانے میں خود میں نے ان کے رجسٹر میں لکھا ہوا دیکھا تھا -

پھر برادرم موصوف نے لکھا ہے کہ :

"اسی طرح مولانا پیر سید رشد اللہ نے اپنے خاص معتبرین سندھی علما کو "حیدر آباد دکن بھجوا کر دائرۃ المعارف کے علمی کتب خانے سے چند نادر کتابوں کی نقلیں کروائیں، ان میں علامہ شبلی نعمانی کی نادرۂ روزگار کتاب "الاحکام الکبری" خاص طور پر قابلِ ذکر ہے" اور واقعہ یہ ہے کہ یہ کتاب بھی جد امجد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے تقریباً پانچ سال بعد والد صاحب مرحوم نے حیدر آباد دکن سے نقل کروائی جس کو قاضی لعل محمد قیصرانی نے نقل کیا - یہ نسخہ بھی والد صاحب کے کتب خانے میں موجود ہے جو کہ میرے بڑے بھائی صاحب ممدوح کے گاؤں میں ہے - اس کا فوٹو میرے کتب خانے میں موجود ہے - اس کے آخر میں کاتب نے یوں لکھا ہے :

اما بعد یقول العبد الضعیف النحیف الکاتب لعل محمد بن القاضی شیر محمد القیصرانی السندی وکان الفراغ من کتابتہ فی یوم الاثنین من شہر جمادی الاولی سنۃ خمس واربعین وثلاث مائۃ بعد الالف علی صاحبہا افضل التحیۃ والسلام وکان المنقول عنہ فی المکتبۃ الآصفیہ فی البلدۃ حیدر آباد دکن فلہذا سفرنا سفرا طویلا من السند الی البلدۃ المذکورۃ وکتبت الکتاب الاحکام الکبری بتمامہا من اولہ الی آخرہ فی مدۃ ثمانیۃ عشر یوما وکان الاصل قد کتب فی سنۃ تسعۃ وخمسین وتسع مائۃ من ھجرۃ من لہ العز وکمال الشرف صلی اللہ علیہ وسلم کتبت ھذا الکتاب العجیب والغریب لمرشد الاعظم وسید الافخم محدث زمانہ فخر الھند والسند السید الحافظ ابی محب اللہ احسان اللہ شاہ ادام اللہ تعالی فیوضہ علی رؤس المسترشدین مادام اللیل والنہار -

یہ عبارت صاف بتلاتی ہے کہ کاتب نے یہ کتاب ۱۳۴۵ھ میں مکتبہ آصفیہ حیدر آباد دکن سے والد صاحب مرحوم کے لیے نقل کی ہے - یہاں ایک بات قابلِ تنبیہ ہے کہ اس کتاب الاحکام الکبری

کے مصنف علامہ شبلی نعمانی المتوفی ۱۳۳۲ھ نہیں بلکہ مشہور محدث عبدالحق بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن حسین بن سعید الحافظ العلامۃ الحجۃ ابو محمد الازدی الاشبیلی المتوفی ۵۸۱ھ ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج ۳، ص ۳۵۰-۳۵۱- شذرات الذہب لابن العمادی، ج ۴، ص ۲۵۱ وکشف الظنون لحاجی خلیفہ ج ۱ ص ۲۰ وغیرہ)

امید ہے کہ یہ چند الفاظ برادرم وفا صاحب کے لیے باعثِ استفادہ ہوں گے۔

---

# الفہرست

از : محمد بن اسحاق ابن ندیم وراق　　　　اردو ترجمہ : مو محمد اسحاق بھٹی

یہ کتاب چوتھی صدی ہجری تک کے علوم و فنون، سیر و رجال اور کتب و مصنفین کی مستند تاریخ ہے۔
اس میں یہود و نصاریٰ کی کتابوں، قرآن مجید، نزولِ قرآن، جمع قرآن اور قرائے کرام، فصاحت و بلاغت، ادب و انشا اور اس کے مختلف مکاتبِ فکر، حدیث و فقہ اور اس کے تمام مدارسِ فکر، علمِ نحو، منطق و فلسفہ، ریاضی و حساب، سحر و شعبدہ بازی، طب اور صنعتِ کیمیا وغیرہ تمام علوم، ان کے علماء و ماہرین اور اس سلسلے کی تصنیفات کے بارے میں اہم تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں واضح کیا گیا ہے کہ یہ علوم کب اور کیوں کر عالمِ وجود میں آئے۔ پھر ہندوستان اور چین وغیرہ میں اس وقت جو مذاہب رائج تھے، ان کی وضاحت کی گئی ہے۔ نیز بتایا گیا ہے کہ اس دور میں دنیا کے کس کس خطے میں کیا کیا زبانیں رائج اور بولی جاتی تھیں اور ان کی تحریر و کتابت کے کیا اسلوب تھے۔ ان کی ابتدا کس طرح ہوئی اور وہ ترقی و ارتقا کی کن کن منازل سے گزریں۔ ان زبانوں کی کتابت کے نمونے بھی دیے گئے ہیں۔
ترجمہ اصل عربی کتاب کے کئی مطبوعہ نسخے سامنے رکھ کر کیا گیا ہے اور جگہ جگہ ضروری حواشی بھی دیے گئے ہیں جس سے کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

صفحات ۹۴۶ مع اشاریہ　　　　قیمت ۴۵ روپے

ملنے کا پتا : ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور